بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

دارالافتاء

دارالعلوم دیوبند

۵۳۳۳
ن

بخدمت جناب حضرت مفتیان کرام دامت برکاتہم!

فقہ حنفی کا مفتی بہ قول بظاہر یہ ہے کہ جو شخص زمین پر سر ٹکا کر سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنا ہے۔ اگر چہ قیام کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے لیکن خلاف اولی ہے۔ اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ قیام ایک مستقل رکن ہے اور سجدہ دوسرا ایک مستقل رکن ہے تو سجدہ کی قدرت نہ ہونی کی وجہ سے دوسرا مستقل رکن (قیام) کی فرضیت ساقط ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ کس دلیل سے ثابت ہے؟ قولہ تعالی "قوموا الله قانتين" تو اس کے رکن ہونے پر دال ہے۔ حدیث (عن عمران بن حصين قال كانت لي بواسير صل قائما فان لم تستطع فقاعدا) میں صل قاعدا کو عدم قیام کی استطاعت پر متفرع کیا ہے نہ کہ سجدہ کی عدم استطاعت پر۔ فقہاء حنفیہ کی کتابوں میں جو علت بتائی گئی اس پر علامہ ابن الہمام نے اعتراض کیا ہے اور اعلاء السنن میں علامہ ظفر احمد عثمانی بھی اس اعتراض کو قوی قرار دیا اور تفصیلوار بیان کر کے قیام ساقط نہ ہونے کی ترجیح دی اور فقہاء حنفیہ سے امام زفر اور صاحب نہر وحاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کی رائے بھی ایسی ہے۔ بنا بریں ہمارے بنگلہ دیش کے مفتیان کرام دو فریق ہو گئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ متون کے خلاف فتوی نہیں دیا جائے گا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قوت دلیل کے اعتبار سے امام زفر کا قول راجح معلوم ہوتا ہے اور اس اصرت میں تمام ائمہ فقہاء کے نزدیک نماز صحیح ہو گی لہذا اس مسئلہ میں دارالعلوم دیوبند کا موقف کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اور فقہاء کرام کے ارشادات کے مطابق جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ومشکور ہوں۔

بندہ

منیر حسین کملائی

دارالافتاء

جامعہ اشرفیہ، سائن بورڈ، ڈاکا، بنگلہ دیش

01798881843/01937164591

Scanned by CamScanner

۹۴۵/ن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق :۔ قیام، قراءت، رکوع، سجدہ اور قعدہ اخیرہ یہ سب نماز کے ارکان ہیں، لیکن سب کی حیثیت اور مقام یکساں نہیں ہے، ان میں سے بعض رکن اصلی ہیں (جیسے: سجدہ) اور بعض رکن زائد ہیں (جیسے: قراءت)، نیز بعض مشروع لعینہ (بالذات) ہیں اور بعض مشروع لغیرہ (شامی ۲:۱۳۶ مطبوعہ: مکتبہ زکریا دیوبند)، اور یہ سب فرق نصوص کی عبارات اور اشارات وغیرہ سے ثابت ہیں؛ لہٰذا ان سب کو یکساں قرار دے کر ان کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا اور ان کے لیے یکساں احکام متفرع کرنا صحیح و درست نہ ہوگا۔ البتہ ان میں سے بعض میں حیثیت اور مقام کے اعتبار سے ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا ہے، جیسے: قیام ہے، یہ سب کے نزدیک بالاتفاق نماز کا رکن ہے (شامی ۲:۱۲۹)، اور اس کی رکنیت آیت کریمہ: "وقوموا للہ قنتین" (سورہ بقرہ، آیت: ۲۳۸) سے ثابت ہے؛ کیوں کہ خارج نماز کہیں بھی قیام بالاجماع فرض نہیں؛ لہٰذا نماز کا قیام فرض ہوگا تاکہ نص کی تعطیل لازم نہ آئے (حاشیہ شلبی علی التبیین ۱:۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)، لیکن آگے اس میں اختلاف ہوا کہ یہ رکن مشروع لعینہ اور قربت بالذات ہے یا مشروع لغیرہ ہے اور سجدہ کا وسیلہ و ذریعہ ہونے کی وجہ سے قربت ہے؟ حضرات احناف فرماتے ہیں کہ قیام مشروع لعینہ اور قربت بالذات نہیں ہے؛ بلکہ مشروع لعینہ اور سجدہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہونے کی وجہ سے قربت ہے اور یہ مستقل رکن نہیں ہے؛ بلکہ سجدہ کے تابع ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱): قیام ہر نماز (کی ہر رکعت) میں فرض نہیں، صرف فرائض، واجبات اور اصح قول کے مطابق سنت فجر میں فرض ہے، باقی نوافل اور سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن -خواہ وہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ- میں فرض نہیں، جب کہ سجدہ ہر نماز (کی ہر رکعت) میں فرض ہے خواہ وہ فرض ہو، یا واجب یا سنت یا نفل۔ (۲): نماز میں اصل سجدہ ہے اور قیام (اور رکوع وغیرہ) اصل نہیں؛ کیوں کہ تنہا سجدہ (قیام اور رکوع کے بغیر) بحیثیت عبادت مشروع ہے جیسے: سجدہ تلاوت، جب کہ تنہا قیام بحیثیت عبادت پوری شریعت میں کہیں بھی مشروع نہیں (یہ متفق علیہ اور غیر نزاعی مسئلہ ہے جیسا کہ علامہ حلبیؒ نے غنیۃ المستملی، فرائض الصلاۃ، الفرض الثانی: القیام ص ۲۶۶ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند میں ذکر فرمایا ہے)۔ (۳): غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر ہے جب کہ غیر اللہ کی تعظیم میں کھڑا ہونا کفر نہیں۔ الحاصل قیام بالذات قربت اور رکن نہیں؛ بلکہ یہ سجدہ کا وسیلہ و ذریعہ ہونے کی وجہ سے مشروع ہوا ہے؛ کیوں کہ حالت قیام سے رکوع اور رکوع کے بعد کھڑے ہو کر سجدہ کرنے کی صورت میں سجدہ میں انتہا درجہ کی تعظیم پائی جاتی ہے، جب کہ یہ تعظیم بیٹھ کر سجدہ میں جانے کی صورت میں نہیں پائی جاتی۔ پس قیام کی مشروعیت اور اس کی رکنیت سجدہ کو انتہا درجہ کی تعظیم کا عمل بنانے کی غرض سے ہوئی ہے؛ لہٰذا جب تک قیام میں سجدہ کے لیے وسیلہ اور ذریعہ کی

Scanned by CamScanner

حیثیت رہے گی، اس کی مشروعیت اور رکنیت بھی باقی رہے گی ورنہ اس کی مشروعیت اور رکنیت ختم ہو جائے گی، گویا سقوط قیام کی دو وجہ ہیں؛ ایک: قیام سے عاجز ہونا، دوسرے: سجدہ سے عاجز ہونا۔ پس جو شخص رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہو، یا صرف سجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ اگر چہ قیام پر قادر ہو تب بھی اس سے رکوع اور سجدہ کی طرح قیام بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ دونوں ایسے ہیں جیسے: وضو اور نماز یا سعی إلی الجمعة اور جمعہ؛ کیوں کہ وضو اور سعی إلی الجمعة قربت بالذات اور مشروع لعینہ نہیں ہیں؛ بلکہ قربت بالذات اور مشروع لعینہ (عام فرض) نماز اور جمعہ ہیں۔ پس (عام فرض) نماز یا جمعہ کی فرضیت ساقط ہونے سے وضو اور سعی إلی الجمعة کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا، جیسے: حیض یا نفاس والی عورت یا مسافر اور قیدی وغیرہ۔ اور دیگر ائمہ کرام جو محض رکنیت کی بنا پر یہ فرماتے ہیں کہ سجدہ سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی قیام ساقط نہ ہوگا؛ بلکہ علی حالہ ضروری رہے گا، اس کی دلیل (میرے علم کے مطابق) دو دلیل ہیں: ایک حضرت عمران بن حصین ؓ کی روایت، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی آیا ہے: فإن لم تستطع فقاعداً، یعنی: قیام سے عاجز ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے؛ کیوں کہ حدیث میں بیٹھ کر نماز کے جواز کو قیام سے عاجز ہونے کی شرط پر معلق کیا گیا ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قیام رکن ہے؛ لہٰذا عام ارکان کی طرح اس میں بھی قدرت کی صورت میں اس کا ترک جائز نہ ہوگا (بدائع الصنائع کتاب الصلاۃ، فصل في بیان أرکان الصلاۃ ۱: ۵۰۶، ۵۰۷ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)، جب کہ حضرات احناف حضرت عمران بن حصین کی حدیث کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں جب آدمی سجدہ پر قادر ہو، یعنی: سجدہ پر قدرت کی صورت میں بیٹھ کر نماز جائز ہونے کے لیے قیام سے عاجز ہونا شرط اور ضروری ہے؛ کیوں کہ قیام مشروع لعینہ اور قربت بالذات نہیں ہے؛ بلکہ مشروع لغیرہ اور سجدہ کا وسیلہ وذریعہ ہونے کی حیثیت سے قربت ہے، (جس کے دلائل ماقبل میں آگئے)، باقی ان حضرات کے نزدیک قیام کے مشروع لعینہ اور قربت بالذات ہونے کے کیا دلائل ہیں؟ نیز احناف کے دلائل کے کیا جوابات ہیں، وہ ہمیں نہیں ملے۔ خلاصہ یہ کہ احناف کے نزدیک چوں کہ سجدہ اور قیام دونوں کی رکنیت یکساں نہیں ہے؛ بلکہ ایک اصل، دوسرا اس کے تابع اور اس کا وسیلہ وذریعہ ہے؛ اس لیے احناف کے نزدیک قیام ساقط ہونے کی صرف یہی صورت نہیں ہے کہ آدمی قیام سے عاجز ہو؛ بلکہ سجدہ سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی قیام ساقط ہو جاتا ہے اگر چہ آدمی قیام پر قادر ہو۔ دلائل اور حوالجات درج ذیل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مبسوط سرخسی (کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض ۱: ۲۱۳ مطبوعہ: دار المعرفة بیروت، لبنان) میں ہے: وأما إذا کان قادراً علی القیام وعاجزاً عن الرکوع والسجود فإنه یصلي قاعداً بإیماء

وسقط عنه القيام؛ لأن هذا القيام ليس بركن؛ لأن القيام إنما شرع لافتتاح الركوع والسجود به فكل قيام لا يعقبه سجود لا يكون ركناً، ولأن الإيماء إنما شرع للتشبه بمن يركع ويسجد، والتشبه بالقعود أكثر، ولهذا قلنا بأن المؤمي يجعل السجود أخفض من ركوعه؛ لأن ذلك أشبه بالسجود، إلا أن بشراً يقول: إنما سقط عنه بالمرض ما كان عاجزاً عن إتيانه، فأما فيما هو قادر عليه لا يسقط عنه ولكن الانفصال عنه على ما بينا.

رد المحتار (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب بحث القيام ۲:۱۳۲مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے: قوله: (فلو قدر عليه) أي: على القيام وحده أو مع الركوع كما في المنية. قوله: (ندب إيماؤه قاعداً) أي: لقربه من السجود، وجاز إيماؤه قائماً كما في البحر، وأوجب الثاني زفر والأئمة الثلاثة؛ لأن القيام ركن، فلا يترك مع القدرة عليه. ولنا أن القيام وسيلة إلى السجود للخرور، والسجود أصل؛ لأنه شرع عبادة بلا قيام كسجدة التلاوة، والقيام لم يشرع عبادة وحده، حتى لو سجد لغير الله تعالى يكفر به بخلاف القيام. وإذا عجز عن الأصل سقطت الوسيلة كالوضوء مع الصلاة والسعي مع الجمعة. وما أورده ابن الهمام أجاب عنه في شرح المنية الخ۔

رد المحتار ہی میں ایک دوسری جگہ (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲:۵۶۷مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) ہے: قوله: (بل تعذر السجود كاف) نقله في البحر عن البدائع وغيرها. وفي الذخيرة: رجل بحلقه خراج إن سجد سال وهو قادر على الركوع والقيام والقراءة يصلي قاعداً يؤمي، ولو صلى قائماً بركوع وقعد وأومأ بالسجود أجزأه، والأول أفضل؛ لأن القيام والركوع لم يشرعا قربة بنفسهما، بل ليكونا وسيلتين إلى السجود. قال في البحر: ولم أر ما إذا تعذر الركوع دون السجود وكأنه غير واقع اهـ؛ لأنه متى عجز عن الركوع عجز عن السجود، نهر. قال ح: أقول: على فرض تصوره ينبغي أن لا يسقط؛ لأن الركوع وسيلة إليه، ولا يسقط المقصود عند تعذر الوسيلة كما لم يسقط الركوع والسجود عند تعذر القيام.

رد المحتار ہی میں ایک تیسری جگہ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القعود الأخير ۲:۱۳۲مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) ہے: أن ما شرع لغيره قد يكون ركناً كالقيام؛ فإنه شرع وسيلة للركوع والسجود، حتى لو عجز عنهما يؤمي قاعداً وإن قدر على القيام.

Scanned by CamScanner

غنية المستملي (فرائض الصلاة، الفرض الثاني ص٢٦٦ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند) ہے:(
وإن قدر) المريض (على القيام دون الركوع والسجود) أي: كان بحيث لو قام لا يقدر أن يركع ويسجد (لم يلزمه القيام عندنا)؛ بل يجوز أن يؤمي قاعداً، وهو أفضل خلافاً لزفر والثلاثة؛ فإن عندهم يلزمه أن يؤمي قائماً؛ لأن القيام ركن فلا يترك مع القدرة عليه، ولنا أن القيام وسيلة إلى السجود للخرور، والسجود أصل بدليل أن السجود شرع عبادةً بدون القيام كما في سجدة التلاوة، والقيام لم يشرع عبادة وحده، وذلك لأن السجود غاية الخضوع حتى لو سجد لغير الله يكفر بخلاف القيام، وإذا كان كذلك فإذا عجز عن الأصل سقطت الوسيلة كالوضوء مع الصلاة والسعي مع الجمعة.

بدائع الصنائع (كتاب الصلاة، فصل في بيان أركان الصلاة ١: ٥٠٦، ٥٠٧ مطبوعہ: دار الكتب العلميه بيروت) میں ہے: ولأن السجود أصل وسائر الأركان كالتابع له، ولهذا كان السجود معتبراً بدون القيام كما في سجدة التلاوة، وليس القيام معتبرا بدون السجود، بل لم يشرع بدونه، فإذا سقط الأصل سقط التابع ضرورة، ولهذا سقط الركوع عمن سقط عنه السجود وإن كان قادراً على الركوع، وكان الركوع بمنزلة التابع له، فكذا القيام بل أولى؛ لأن الركوع أشد تعظيماً وإظهاراً للذل العبودية من القيام، ثم لما جعل تابعاً له وسقط بسقوطه فالقيام أولى، إلا أنه لو تكلف وصلى قائماً يجوز؛ لما ذكرنا، ولكن لا يستحب؛ لأن القيام بدون السجود غير مشروع بخلاف ما إذا كان قادراً على القيام والركوع والسجود؛ لأنه لم يسقط عنه الأصل فكذا التابع.

محیط برہانی (كتاب الصلاة، الفصل التاسع والثلاثون في صلاة المريض ٢: ١٤٢ مطبوعہ: دار الكتب العلمية، بيروت) میں ہے: فإن كان يقدر على القيام، ولا يقدر على السجود أوما إيماء وهو قاعد؛ لأن القيام لافتتاح الركوع والسجود به، فكل قيام لا يتعقبه سجود لايكون ركناً؛ ولأن إيماء القاعد أقرب إلى التشبه بالسجود من إيماء القائم، والمقصود من الإيماء التشبه بمن يركع ويسجد هكذا ذكر الشيخ الإمام الأجل شمس الأئمة الحلوائي رحمه الله، والشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رحمه الله. وذكر الشيخ الإمام الأجل شيخ الإسلام المعروف بخواهر زاده، والشيخ الإمام الزاهد الصفار رحمه الله: أنه بالخيار إن شاء صلى

Scanned by CamScanner

قائماً بإيماء، وإن شاء صلى قاعداً بإيماء، وهو أفضل عندناالخ.

البحر الرائق (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ٢:٢٠٥مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے:قوله: (و إن تعذر الركوع والسجود لا القيام أوما قاعداً) ؛لأن ركنية القيام للتوصل به إلى السجدة لما فيها من نهاية التعظيم، وإذا كان لا يتعقبه السجود لايكون ركنا فيتخير، والأفضل هو الإيماء قاعداً؛ لأنه أشبه بالسجود، ولاترد صلاة الجنازة حيث لم يلزمه ثمة سقوط القيام بسبب سقوط السجود؛لأن صلاة الجنازة ليست بصلاة حقيقة؛ بل هي دعاء، وفي المجتبى: وإن أوما بالسجود قائماً لم يجزه، وهذا أحسن وأقيس كما لو أوما بالركوع جالساً لا يصح على الأصح اهـ والظاهر من المذهب جواز الإيماء بهما قائماً وقاعداً كما لا يخفى.

ہدایہ(کتاب الصلاۃ، باب صلاة المريض ١:١٦٩مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند) میں ہے:(وإن قدر على القيام ولم يقدر على الركوع والسجود لم يلزمه القيام ويصلي قاعداً يؤمى إيماء)؛لأن ركنية القيام للتوسل به إلى السجدة لما فيها من نهاية التعظيم، فإذا كان لا يتعقبه السجود لا يكون ركناً فيتخير، والأفضل هو الإيماء قاعداً ؛لأنه أشبه بالسجود.

عنایہ شرح ہدایہ(مع الفتح كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ٢:٦مطبوعہ:دار الكتب العلميه بيروت) میں ہے: ولنا أن ركنية القيام للتوسل به إلى السجدة فإنه بدونها غير مشروع عبادة، بخلاف العكس، فإذا كان لا يتعقبه السجود لا يكون ركنا، فيتخير. (والأفضل هو الإيماء قاعداً لأنه أشبه بالسجود)؛ فإن عند الإيماء قاعداً يصير رأسه أقرب إلى الأرض من الإيماء قائماً.

مجمع الأنهر (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ١:٢٢٩مطبوعہ دار الكتب العلمیہ بیروت) میں ہے: (وإن قدر على القيام وعجز عن الركوع والسجود يؤمى قاعداً)؛لأن ركنية القيام لكونه وسيلة إلى السجود الذي هو نهاية التعظيم، فيسقط الوسيلة لسقوط الأصل، (وهو) أي الإيماء قاعداً (أفضل من الإيماء قائماً) لكون رأسه فيه أقرب إلى الأرض.

فتاوی خانیہ(کتاب الصلاۃ، باب صلاة المريض، برہامش ہندیہ ١:١٧١مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے: وكذا لو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام يصلي قاعداً بإيماء؛ لأن القيام

وسيلة إلى السجود فإذا سقط المقصود سقطت الوسيلة، وإن صلى قائماً جاز عندنا، والمستحب أن يصلي قاعداً بإيماء وقال زفرؒ: لا يجوز له ترك القيام إن قدر عليه.

امداد الفتاح (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ص ۴۵۳ مطبوعہ مكتبہ اتحاد دیوبند) میں ہے: (وإن قدر على القيام وعجز عن الركوع والسجود صلى قاعداً بالإيماء) وهو أفضل من إيمائه قائماً؛ لأن الإيماء قاعداً أشبه بالسجود؛ لكونه رأسه فيه أخفض وأقرب إلى الأرض. وإنما سقط عنه القيام لأن القيام وسيلة إلى السجود، والمقصود الخضوع والخشوع لله تعالى، وإنما يحصل ذلك بالركوع والسجود، فإذا فات المقصود بالذات لا يجب ما هو دونه. وفي البدائع: يسقط الركوع عمن عجز عن السجود وإن قدر على الركوع.

مراقی الفلاح (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ص ۱۶۸ مطبوعہ فیصل پبلی کیشنز دیوبند) میں ہے: (وإن قدر على القيام وعجز عن الركوع والسجود صلى قاعداً بالإيماء) وهو أفضل من إيمائه قائماً ويسقط الركوع عمن عجز عن السجود وإن قدر على الركوع لأن القيام وسيلة إلى السجود فإذا فات المقصود بالذات لا يجب ما دونه.

فتاوی ولوالجیہ (كتاب الطهارة، الفصل الخامس ۱: ۵۹ مطبوعہ: دار الكتب العلميه بيروت): رجل بحلقه جرح وهو لا يقدر بأن يسجد، وهو قادر على القيام والركوع صلى قاعداً بالإيماء؛ لأن القيام والركوع إنما صار فرضاً لأجل السجود؛ لأن معنى القربة في الخرور إلى السجود، فكل قيام وركوع لا يعقبه سجود لم يكن من فرائض الصلاة، فإن صلى قائماً وركع قائماً فإذا بلغ أوما أجزاه، لكن الأفضل أن يصلي جالساً.

فتاوی ولوالجیہ (كتاب الطهارة، الفصل العاشر ص ۱۰۷ میں) ہے: ولو قدر على القيام ولم يقدر على السجود صلى قاعداً بالإيماء؛ لأن من سقط عنه فرض السجود سقط عنه فرض القيام كالمصلي على الراحلة صلاة الخوف فلا يلزمه القيام مع القدرة عليه بأن يجعل رجليه في الركاب وينتصب.

كتاب الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانی (كتاب الطهارة والصلاة، باب صلاة المريض في الفريضة ۱: ۲۰۷ مطبوعہ: عالم الكتب) میں ہے: قلت: فإن صلى وكان يستطيع أن يقوم ولا يستطيع أن يسجد؟ قال: يصلي قاعداً يومي إيماء. قلت: فإن صلى قائماً يؤمي إيماء؟

قال: يجزيه.

الاختيار لتعليل المختار (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۱:۱۰۳مطبوعہ:دار الرسالة العالمية) میں ہے:قال: (فإن عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام أومأ قاعداً)؛لأن فرضية القيام لأجل الركوع والسجود؛لأن نهاية الخشوع والخضوع فيهما، ولهذا شرع السجود بدون القيام كسجدة التلاوة والسهو، ولم يشرع القيام وحده، وإذا سقط ما هو الأصل في شرعية القيام سقط القيام، ولو صلى قائما مؤميا جاز، والأول أفضل؛لأنه أشبه بالسجود.

اللباب في شرح الكتاب (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۱:۱۰۰،۱۰۱مطبوعہ:المكتبة العلمية بيروت) میں ہے:(فإن قدر على القيام ولم يقدر على الركوع والسجود لم يلزمه القيام)؛ لأن ركنيته للتوسل به إلى الركوع والسجود، فكان تبعاً لهما، فإذا لم يقدر عليهما لا يكون القيام ركناً، (وجاز) له (أن يصلي قاعداً) أو قائماً (يؤمی) برأسه (إيماء)، والأفضل الإيماء قاعداً؛ لأنه أشبه بالسجود؛ لكونه رأسه أخفض وأقرب إلى الأرض، زيلعي.

اور علامہ کمال الدین ابن الہمامؒ نے ہدایہ کی شرح:فتح القدیر(کتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲:۷مطبوعہ:دار الكتب العلمية بيروت) میں فقہائے احنافؒ کی تعلیل پر جو اعتراض کیا ہے اور اسے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اعلاء السنن (۷:۲۰۱مطبوعہ: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی) میں نہایت قوی اعتراض قرار دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبیؒ نے اپنی کتاب:غنية المستملی میں اس کا شافی ووافی جواب دیدیا ہے؛ چناں چہ وہ علامہ کا اعتراض اور اپنا جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال الشيخ كمال الدين بن الهمام: قد يمنع أن شرعية القيام لهذا على وجه الحصر؛ بل له ولما فيه نفسه من التعظيم كما يشاهد في المشاهد من اعتباره حتى يحبه أهل التجبر لذلك، فإذا فات أحد التعظيمين صار مطلوبا بما فيه نفسه، ويدل على نفي هذه الدعوى أن من قدر على القعود والركوع لا القيام وجب عليه القعود مع أنه ليس في السجود عقيبه تلك النهاية لعدم مسبوقيته بالقيام انتهى، والجواب أن عدم شرعية القيام عبادةً بمفرده معلوم مسلم لا نزاع فيه، واعتبار المتجبرين له لا يدل على كونه مطلوبا للشارع معتبراً في التعظيم عنده، فكم من شيئ معتبر عندهم وهو عند الشارع حقير، ويمكن أنهم إنما اعتبروه لئلا

يساويهم الأدنون عندهم في راحتهم من الجلوس والتمكن ونحو ذلك من مقاصدهم الفاسدة، فالحاصل أن العبادة لا تعلم إلا بالتوقيف لا بتعارف أهل التجبر، ولزومُ القعود عند العجز عن القيام لا يدل على نفي كون السجود خرورا عن القيام أزيد فى التعظيم؛ بل سقطت عنه الزيادة للعجز عنها وبقي عليه قدر ما في وسعه من التعظيم، وهم لم يدعوا أن السجود ليس فيه تعظيم مالم يكن عن القيام حتى يدل قوله بوجوب القعود فى الصورة المذكورة على نفي دعواه، والله الموفق (غنية المستملى، فرائض الصلاة، الفرض الثاني: القيام ص۲۶۶ مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)۔

اورعلامہ شامیؒ نے رد المحتار میں اجمالی طور پر علامہ ابن الہمامؒ کے اعتراض اور علامہ حلبیؒ کے جواب کا ذکر فرمایا ہے، چناں چہ ارشاد فرماتے ہیں:

وما أورده ابن الهمام أجاب عنه في شرح المنية الخ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب بحث القيام ۲: ۱۳۲ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

نیز علامہ ابن الہمامؒ نے یہ اعتراض بحثاً ذکر فرمایا ہے ورنہ زیر بحث مسئلہ میں ان کا موقف جمہور احناف کے موافق ہی معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ علامہؒ نے اس بحث کے بعد فروع کے عنوان کے تحت جمہور احناف کی رائے کے موافق جزئیہ ذکر فرمایا ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

رجل بحلقه خراج لا يقدر على السجود ويقدر على غيره من الأفعال يصلي قاعداً بإيماء (فتح القدیر کتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲: ۷)۔

نیز اعتراض کا انداز بھی اسی طرف مشیر ہے؛ کیوں کہ علامہ نے ان الفاظ سے اعتراض شروع فرمایا ہے: و قد يمنع أن شرعية القيام لهذا على وجه الحصر؛ بل له ولما فيه نفسه من التعظيم الخ.

اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے اعلاء السنن (۷: ۲۰۱ مطبوعہ: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی) میں یہ جو فرمایا کہ ”حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت کا ظاہر یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اور رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہو اس پر قراءت کے لیے قیام واجب ہوگا اور وہ رکوع وسجدہ کے لیے اشارہ کرے گا ؛ کیوں کہ حدیث میں بیٹھ کر نماز کے جواز کو قیام سے عاجز ہونے کی شرط پر معلق کیا گیا ہے اور زیر بحث صورت میں قیام سے عاجز ہونا نہیں پایا جارہا ہے“، عربی عبارت یہ ہے: ”الظاهر من حديث عمران أن القادر على القيام العاجز عن الركوع والسجود يجب عليه القيام للقراءة، ويؤمي للركوع والسجود لما

فيه من تعليق الجواز قاعداً بشرط العجز عن القيام، ولا عجز في هذه الصورة "، یہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے ائمہ ثلاثہؒ اور امام زفرؒ کی موافقت میں فرمایا ہے؛ کیوں کہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ اور امام زفرؒ کا مستدل ہے جیسا کہ شوافع اور حنابلہ وغیرہ کی کتابوں میں ہے، نیز بدائع الصنائع میں ہے (جیسا کہ ماقبل میں گذرا)۔ اور حضرات احنافؒ نے اس حدیث کا جواب دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ آدمی سجدہ پر قادر ہو، جب کہ زیر بحث مسئلہ اس صورت میں ہے کہ آدمی سجدہ پر قادر نہ ہو، ورنہ اگر آدمی سجدہ پر قادر ہو تو حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت کے مطابق احناف کے نزدیک بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہوگا جب آدمی قیام پر قادر نہ ہو۔

چناں چہ عنایہ (مع الفتح، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲:۷ مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت) میں ہے: فإن قيل: هذا تعليل على مخالفة النص؛ لأن حديث عمران بن الحصينؓ يدل على أن المصير إلى القعود إنما هو عند العجز عن القيام، والمفروض خلافه. أجيب بأنه محمول على ما إذا كان قادراً على الركوع والسجود حالة القيام بدليل أنه ذكر الإيماء في حال ما يصلي على الجنب، فدل على أن المراد بحالة القيام القدرة على الأركان.

اور بنایہ شرح ہدایہ (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲:۶۳۶، ۶۳۷ مطبوعہ: المكتبة الأشرفية دیوبند) میں ہے: فإن قلت: إذا قدر على القيام ولم يقدر على الركوع أو السجود ينبغي أن لا يسقط عنه فرض القيام، ويصلي قائما للركوع والسجود، وهو قول الشافعيؒ لحديث عمران بن حصينؓ: " فإن لم تستطع فقاعداً " حيث نقل الحكم من القيام إلى القعود بشرط العجز عن القيام. قلت: أجاب السغناقي محالاً على مبسوط شيخ الإسلام بقوله: ذلك محمول على ما إذا كان قادراً على الركوع والسجود حال القيام، بدليل أنه ذكر الإيماء حال ما يصلي على الجنب، فدل أن المراد بحال القيام القدرة على الأركان.

اور صاحب النہر الفائق نے جو قراءت کے لیے قیام کی فرضیت کا قول کیا ہے، علامہ شامیؒ نے اسے کتب مذہب کے خلاف قرار دیا ہے اور خود صاحب نہر کی دوسری عبارت کی روشنی میں اسے ان کا سہو بتایا ہے۔

چناں چہ علامہ شامیؒ رد المحتار (كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ۲:۵۶۷، ۵۶۸ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں نہر کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: أقول: التعبير بـ " صلى قاعداً " هو ما في الهداية والقدوري وغيرهما، وأما ما ذكره من افتراض القيام فلم أره لغيره فيما عندي من

Scanned by CamScanner

كتب المذهب، بل كلهم متفقون على التعليل بأن القيام سقط لأنه وسيلة إلى السجود بل صرح في الحلبة بأن هذه المسألة من المسائل التي سقط فيها وجوب القيام مع انتفاء العجز الحقيقي والحكمي اهـ ويلزم على ماقاله أنه لو عجز عن السجود فقط أن يركع قائماً وهو خلاف المنصوص كما علمته آنفا، نعم ذكر القهستاني عن الزاهدي أنه يؤمي للركوع قائماً وللسجود جالساً ولو عكس لم يجز على الأصح وجزم به الولوالجي، لكن ذكر ذلك في النهر - (كتاب الصلاة، أول باب صلاة المريض ١: ٣٣٥ ط دار الكتب العلمية بيروت) - وقال: إلا أن المذهب الإطلاق اهـ أي: يؤمي قاعداً أو قائماً فيهما، فالظاهر أن ما ذكره هنا سهو، فتنبه له.

منحة الخالق (على البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ٢: ٢٠٥، ٢٠٦مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے:قول المصنف: (أوما قاعداً): قال في النهر:هذا أولى من قول بعضهم: " صلى قاعداً " إذ يفترض عليه أن يقوم للقراء ة، فإذا جاء أوان الركوع والسجود أوما قاعداً اهـ، قلت:ومقتضاه افتراض التحريمة قائماً أيضا، ولم أر ما ذكره في شيئ من الكتب التي عندي من فتاوى وشروح وغيرها؛ بل كلهم مفتقون على سقوط ركنية القيام وأن شرعيته للتوصل إلى السجود على أن القعود قيام من وجه، ولذا جوزوا اقتداء الراكع الساجد بالقاعد. وممن عبر بقوله: "صلى قاعداً يؤمئ إيماء" القدوري في المختصر وصاحب الهداية في كتابه: الهداية وكتابه: مختارات النوازل، وهي عبارة الكرخي أيضا كما في السراج؛ بل يلزم من كلامه أيضا أن لا يسقط الركوع عنه إذا عجز عن السجود فقط؛ لأنه يمكنه أداؤه قائما كالقراءة مع أنه يسقط عنه كما مر عن البدائع. وبعد هذا فإن كان ماذكره منقولاً فهو مقبول، وإن كان قاله قياساً على ما إذا قدر على بعض القيام حيث يلزمه وتلزمه القراء ة فيه فالفرق جلي لا يخفى، فليراجع.

نیز صاحب نہر کی عبارت تضاد کا شکار ہے؛ کیوں کہ اس مسئلہ میں ان کی عبارت یہ ہے:(وإن تعذر) عليه (الركوع والسجود) أو السجود فقط كما مر (لا القيام أوما) أي: جاز الإيماء للركوع والسجود حال كونه (قاعداً) بل هو الأفضل؛ لأنه أشبه بالسجود، وركنية القيام للتوصل إليه، فلا يجب دونه، وهذا أولى من قول بعضهم : " صلى قاعداً " إذ يفترض عليه أن يقوم للقراء ة،

فإذا جاء أوان الركوع والسجود أوما قاعداً (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض ا: ۳۳۷،۳۳۶مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اس عبارت میں غور کیا جائے، صاحب نہر ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ قیام کی رکنیت سجدہ کا وسیلہ وذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے؛ اس لیے جب سجدہ ساقط ہوگیا تو قیام بھی ساقط ہوجائے گا، جب کہ دوسری طرف قراءت کے لیے قیام کو فرض قرار دیتے ہیں حالاں کہ فریضہ قراءت کی ادائیگی کے لیے قیام شرط نہیں ہے؛ کیوں کہ قیام اور قراءت دونوں الگ الگ رکن ہیں، دونوں میں سے کوئی دوسرے کے لیے لازم وضروری یا وسیلہ وذریعہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر قراءت سے عاجز نہ ہو تو وہ قراءت کرے گا اور وہ قراءت معتبر ہوگی، اسی طرح امی (ان پڑھ یعنی: قراءت سے عاجز) اگر قیام سے عاجز نہیں ہے تو قیام کرے گا، قراءت سے عاجز ہونا قیام کو ساقط نہیں کرے گا، الحاصل یہ صاحب النہر الفائق کا تسامح معلوم ہوتا ہے۔

اور علامہ سید احمد طحطاویؒ نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں اسے صاحب النہر کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے جب کہ انہوں نے اس کے ساتھ علامہ زیلعیؒ کا رجحان اور ان کے کلام کا ظاہر (جو کتب متون وغیرہ کے موافق ہے) بھی ذکر فرمایا ہے، ان کی پوری عبارت یہ ہے: قوله: "صلى قاعداً بالإيماء" لو قال: "أوما قاعداً" لكان أولى؛ إذ يفترض عليه أن يقوم، فإذا جاء أوان الركوع والسجود أوما قاعداً، وإنما لم يلزمه القيام عند الإيماء للركوع والسجود لا مطلقاً على ما ذكره في النهر، وإن كان ظاهر الزيلعي يقتضي سقوط ركنية القيام أصلاً (حاشية الطحطاوی علی المراقي ص۴۳۵،۴۳۴ مطبوعہ: دار الكتب العلمية بيروت)۔

جب کہ علامہ طحطاویؒ نے درمختار کے حاشیہ میں اس طرح کی کوئی بات نہیں فرمائی؛ بلکہ عام فقہائے کرام کی رائے کے موافق ہی زیر بحث مسئلہ پر حاشیہ رقم فرمایا ہے، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں علامہؒ سے بھی سہو ہوگیا ہے، اور وہ صاحب النہر کا تسامح نہیں سمجھ سکے حالاں کہ ان کی رائے تمام کتب مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فرمایا۔

اور علامہ طحطاویؒ کے حاشیہ مراقی میں غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب النہر کو بعض فقہائے کرام کی عبارت: أوما قاعداً سے تسامح ہوا ہے، یعنی: انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اور رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو وہ قراءت کے لیے قیام کرے گا اور جب رکوع وسجدہ کا وقت آئے گا تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے رکوع وسجدہ کرے گا۔ ان کے نزدیک "أوما قاعداً" کے مفہوم میں قراءت کے لیے بیٹھنا داخل نہیں ہے؛ اسی لیے انہوں نے

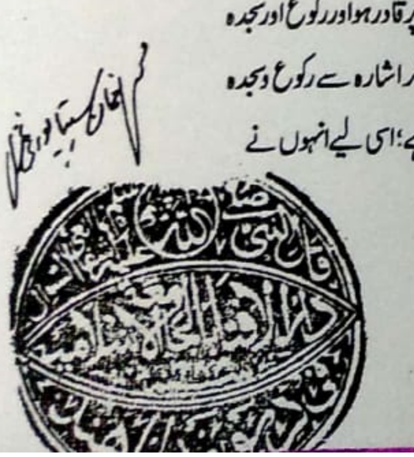

Scanned by CamScanner

قراءت کے لیے قیام کو ضروری قرار دیا ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے " او ما قاعداً " کی تعبیر کو "صلی قاعداً بالإیماء" کی تعبیر سے اولیٰ قرار دیا ہے، حالاں کہ یہ تعبیر متعدد کبار فقہا، جیسے: علامہ سرخسیؒ، امام قدوریؒ، قاضی خانؒ، امام مرغینانیؒ، علامہ کاسانیؒ، ابن مازہ بخاری (صاحب محیط برہانی)، علامہ زیلعیؒ، علامہ شرنبلالیؒ اور ولوالجیؒ؛ بلکہ خود حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے (جیسا کہ ماقبل میں ان حضرات کی عبارتیں گذر چکیں)، اور علت (سجدہ کے لیے وسیلہ وذریعہ ہونا) کے پیش نظر دونوں تعبیروں میں مراد کے عتبار سے کوئی فرق بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ علت میں جس قیام سے بحث کی گئی ہے اس سے وہ قیام مراد ہے جو شروع نماز میں رکوع سے پہلے پایا جاتا ہے، پس جب سجدہ ساقط ہوا تو اس کا وسیلہ وذریعہ اور تابع بھی ساقط ہوجائے گا۔

الحاصل حضرات احناف کے نزدیک روایت اور درایت دونوں اعتبار سے صحیح وراجح یہی ہے کہ جو شخص سجدہ سے عاجز ہو وہ اگرچہ قیام پر قادر ہو تب بھی قیام اس سے ساقط ہوجائے گا اور اس کے لیے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہوگا، البتہ بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ

۱۴۳۶/۶/۱۵ھ ۲۰۱۵/۴/۵ء یک شنبہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دار العلوم دیوبند

۱۴۳۶/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح

محمود حسن غفرلہٗ

بلند شہری

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

وقار علی غفرلہٗ

الجواب صحیح

الجواب صحیح